تہذیبی وتمدنی مسائل اور سیرتِ مبارکہ بطور اصولِ معاشرت

حافظ محمد نعیم☆

Abstract:

"Civilization & culture, is part and parcel of the world History. There are so many nations found in the world, while every nation present its civilization & culture different from others, upon which the formatic of some nation is based on the very base of this point, differences and conflicts emerge between the nations, creating notable serious situation, and burning issues take place. In this regard the people of every nation are required to know the reality that Islam and the life of the last Prophet Mohammad (Peace be upon him) are the real torchbearer and promoter of the concept of civilization in its true perspective because Allah completed His religion (Din) Islam upon His Prophet Mohammad (Peace be upon him) and declared his life & Seerah as the best role model (اُسوۂ حسنہ) till end of the world. So all the issues and conflicts between nations and civilization can be resolved only in the light of the Prophet's life, which in fact is the decision of Allah almighty the following article is much useful research study."

عصر حاضر میں مختلف انسانی معاشروں اور خاص طور پر مسلم معاشروں کو بہت سے سماجی، تہذیبی وثقافتی مسائل کا سامنا ہے جو کہ معاشرتی نشو وارتقاء کا نتیجہ ہیں۔ کسی بھی تہذیب وثقافت کا بنیادی وظیفہ یہ ہے کہ وہ دینی اور دینوی زندگی کے بارے میں ایسے عقائد وافکار کی حامل ہو جو فرد کی تربیت اور انفرادی مسائل کے ساتھ ساتھ اجتماعی نظام کی تشکیل اور اس میں پیدا ہونے والی مشکلات ومسائل کا احاطہ کر سکے اور ایسے اصول وکلیات پر مبنی ہو جو ہر زمانے کے تقاضوں کا ساتھ دے سکیں۔ زمانی ارتقاء کے نتیجہ میں پیدا

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، جی سی یونی ورسٹی، لاہور

ہونے والے تہذیبی وثقافتی مسائل کے حوالے سے پچھلی صدیوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو ان مسائل کے رد عمل کے طور پر مختلف مذاہب اوران کے ماننے والوں کے مختلف رویّے سامنے آئے۔ بعض لوگوں نے ان مسائل کے تنوع، جدت اور رنگارنگی کے مقابلے میں اپنے مذہب کی تعلیمات کو ناکافی سمجھتے ہوئے مذہب سے ہی جان چھڑالی جیسا کہ عیسائیت کے پیروکار،(۱) جبکہ بعض مذاہب کے ماننے والے، جو اتنا بڑا قدم نہ اٹھا سکے وہ اپنے مذہب اوراس کی تعلیمات کے حوالے سے شکوک وشبہات میں پڑ گئے اور مذہب کے عصر حاضر سے ہم آہنگ نہ ہونے کے غیروں کے اعتراضات کا حصہ بن کر اندر ہی اندر کڑنے لگے جیسا کہ مسلم معاشروں کے بعض طبقات، مسلم معاشروں کی اس اندرونی کشمکش اوراحساس کمتری کو اگر دیکھا جائے تو اس کی بنیادی وجہ اپنے دین کی تعلیمات اوراپنے پیغمبر ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اصل روح سے ناواقفیت ہے اوراس بات کا یقین کر لینا ہے کہ اب ان کے پاس مغربی تہذیب کی اندھادھند تقلید کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔(۲) اس میں شک نہیں کہ دور جدید میں مغربی تہذیب نے جس انداز میں مختلف تہذیبوں پر غلبہ حاصل کیا ہے اس سے مختلف معاشروں میں ایک تہذیبی کشمکش نے جنم لیا ہے۔ خاص طور پر مسلم معاشرے اس تہذیبی کشمکش کا سب سے زیادہ شکار ہیں۔ مغربی تہذیب کی بنیادی خصوصیات میں لامذہبیت، عقلیت کی بنیاد پر فعالیت، جنسی بے راہ روی، مخلوط معاشرت، رشتوں کے بندھن سے آزادی، خاندانی و عائلی نظام کی شکست وریخت، مادیت پرستی، قومیت ووطنیت پرستی، طبقاتی ونسلی امتیازات کا فروغ، اخلاقیات سے عاری نظام معیشت اورمفادات پہ مبنی نظام سیاست وغیرہ ہیں جو کہ اسلامی تہذیب وتمدن کے منافی اور متضاد ہیں۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ آج مغربی تہذیب دنیا پر اپنا تسلط جمائے بیٹھی ہے لہٰذا مسلم معاشرے اس وقت گومگو کی کیفیت میں ہیں کہ مغربی تہذیب کی یلغار کا کس طرح سے سامنا کیا جائے؟ اس حوالے سے تین طرح کی فکر اور طرز عمل سامنے آیا ہے۔

١۔ مغربی تہذیب کو نظام کفر سمجھتے ہوئے اس سے ہر طرح سے الگ تھلگ رہا جائے۔

٢۔ مغربی تہذیب وثقافت کو تمام تر برائیوں سمیت من وعن قبول کیا جائے اوراسلامی اقدار کا لحاظ کیے بغیر اپنا سب کچھ اس پر نچھاور کر دیا جائے۔

٣۔ ''خذ ما صفی ودع ما کدر'' کا رویہ اپناتے ہوئے اچھی چیزوں کو قبول کر لیا جائے (جو شریعت اسلامیہ کے مزاج وروح کے مطابق ہوں) اور بری چیزوں کو رد کر دیا جائے۔(۳)

مندرجہ بالا تینوں رویّوں میں سے پہلے دو رویّے یقیناً انتہا پسندی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ تہذیبی وتمدنی ترقی اوراس کے نتیجہ میں جدت کا ظہور فطرت کا حصہ ہے اور فطرت سے لڑنا یا اس کا انکار کرنا ہر صورت میں نقصان دہ اور انسانی مفاد کے خلاف ہے جبکہ اس کے برعکس مادیت اور نفسانی خواہشات کا غلام ہو کر جدت کے نام پہ ہر برائی و بے حیائی کو قبول کر لینا اخلاقی اور اسلامی اقدار کے خلاف ہے اور کسی صورت قابل قبول رویہ نہیں۔ تیسرا اور آخری رویہ ہی معتدل اور میانہ روی پہ مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ

روح شریعت اور تعلیمات نبوی ﷺ سے مطابقت رکھتا ہے۔

آپ ﷺ کو جس قوم کے اندر مبعوث کیا گیا وہ ایک تہذیب و ثقافت کی حامل قوم تھی۔ آپ ﷺ نے اس ثقافت کو کلیتاً منہدم نہیں کیا اور نہ ہی ہر چیز کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا بلکہ وحی و نبوت اور فطرت انسانی کی روشنی میں اچھی چیزوں کو قبول کر لیا اور بری چیزوں کو چھوڑ دیا اور کچھ رسوم و رواج اور معاشرتی معاملات کو اصلاح و ترمیم کے ساتھ معاشرے میں باقی رکھا اور جاہلی تہذیب و ثقافت سے بالکل منہ موڑنے کی بجائے اس کو اسلامی مزاج میں ڈھالنے کی بنیاد رکھی۔شاہ ولیؒ اللہ نے جاہلی تہذیب و ثقافت کے ساتھ آپ ﷺ کے طرز عمل کے حوالے سے حجۃ اللہ البالغہ میں بحث کی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ جو باتیں شریعت اسمعیلیہ کے موافق تھیں یا شعائر اللہ تھے حضور ﷺ نے ان کو ان کی اصلی حالت پر باقی رکھا اور دین ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کو حشو و زوائد سے پاک کر کے اصل صورت میں پیش کیا گیا۔

۲۔ جن باتوں میں آپ ﷺ کو تحریف اور فساد نظر آیا اور جن کو حضور ﷺ نے کفر و شرک کے شعائر سمجھا ان کو باطل قرار دیا اور ان کی برائی نہایت شدت کے ساتھ بیان کی۔

۳۔ رسوم صالحہ اور رسوم فاسدہ کی توضیح فرمائی۔ رسوم صالحہ کی پابندی اور ترغیب دی جبکہ رسوم فاسدہ کی برائی واضح کی اور ان سے سختی سے منع کیا۔

۴۔ عادات کے ابواب میں آداب اور مکروہات وغیرہ کو واضح کیا۔

۵۔ جو احکام زمانہ فترت میں متروک ہو چکے تھے اور بھلا دیئے گئے تھے لیکن وہ تھے ملت ابراھیمی کے احکام تو ان کی آپ ﷺ نے تجدید فرمائی۔ (۴)

آپ ﷺ نے اسلامی ثقافت کو اپنی سیرت کے جس سانچے میں ڈھالا اور جن مطلق ثقافتی قدروں کو زندہ کیا انہیں بھی بقائے دوام حاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ فطری، حقیقی اور جمالیاتی قدریں ہیں جو اس لیے فطری ہیں کہ وہ فطرت انسانی سے کاملاً ہم آہنگ ہیں اور وہ ایسی ہیں جیسی انہیں بلحاظ فطرت انسانی ہونا چاہیے تھا۔ (۵) آپ ﷺ نے اسلامی تہذیب و ثقافت کی تعمیر جن اصولوں پر کی اور اسلامی ثقافت کو اپنی سیرت کے جس سانچے میں ڈالا اور جن عقائد و اصول پر اس کی اساس رکھی ان کی نظری و عملی تفسیر کا تمام دفتر (ریکارڈ) محفوظ ہے۔ (۶) لہٰذا اسلام کی تہذیبی ترقی اور اس کے تمدن کو رسول اللہ ﷺ کے قائم کیے ہوئے اخلاق اور سیرت سے جانچنا چاہیے۔ (۷)

چونکہ اسلام کی تہذیبی ترقی اور اس کے تمدن کے فروغ کی بنیاد آپ ﷺ کے قائم کیے ہوئے معیار اخلاق اور سیرت مبارکہ پر ہے لہٰذا اگر آج اسلامی تہذیب و تمدن کو کچھ مسائل کا سامنا ہے تو ان مسائل کے حل کے لیے ہمیں آپ ﷺ کی سیرت کو بطور اصول معاشرت کے اپنانا ہوگا۔ جس طرح رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے قدامت پسند خیالات اور رسوم و رواج کا مقابلہ کر کے ایک نئی فکر اور نئی زندگی کی بنیاد ڈالی اسی طرح آج ہم بھی اسلام کی صحیح تعلیم کو لے کر اپنے فکری جمود کو دور کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر فکر اسلامی کی تشکیل جدید ممکن نہیں۔ (۸)

مادی ترقی کے اعتبار سے مغربی تہذیب جہاں آج کھڑی ہے اس سے چشم پوشی ممکن نہیں اور اس کے برعکس امت مسلمہ کی حالت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ معیشت، سائنس و ٹیکنالوجی اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں مغربی تہذیب و مغرب کو جو برتری حاصل ہے اس سے اخذ و استفادہ کے سلسلے میں امت مسلمہ کا ایک طبقہ کچھ تحفظات کا شکار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مذہب و اخلاق سے عاری مغربی تہذیب امت مسلمہ اور اس کے مجموعی نظام معاشرت کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے لیکن یہ زہر اس صورت میں اپنا اثر دکھائے گا جب اس کو فکری و نظری اعتبار سے امت مسلمہ کے وجود میں اتارا جائے گا۔ لیکن اگر امت مسلمہ فکری، نظری و عملی اعتبار سے اسلامی اقدار کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہو کر صنعتی ترقی اور سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں مغرب سے استفادہ کرتی ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے رقم طراز ہیں۔

> ''اسلامی شخصیت اور ملت مسلمہ کے وجود کے لیے مغربی تمدن کے خطرناک ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ زندگی کی سہولتوں سے استفادہ اور مغرب کی دریافت کردہ سائنس اور ٹکنالوجی، ایجادات و تفریح و سہولت کے وسائل کو مطلق حرام کہہ دیا جائے اور یہ دروازہ بالکل بند کر دیا جائے، اسلام ہمیشہ سے وسیع ذہن کا مالک اور ہر صالح اور مفید شئ سے استفادہ کرنے کے سلسلہ میں فراخ دل اور کشادہ چشم رہا ہے اور رہے گا۔''(۹)

اسلامی و مغربی تہذیب کا قریب سے مشاہدہ کرنے والے اور امت مسلمہ کا درد دل رکھنے والے محمد اسد مغربی علوم و فنون اور مادی ترقی سے اخذ و استفادہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "Not that the Muslims could not learn much from the West, especially in the fields of science and technology. But, then, acquisition of scientific notions and methods is not really 'imitation': and certainly not in the case of a people whose faith commands them to search for knowledge wherever it is to be found.☆Science is neither Western nor Eastern, for all scientific discoveries are only links in an unending chain of intellectual endeavour which embraces mankind as a whole. Every scientist builds on the foundations supplied by his predecessors, be they of his own nation or of another; and this process of building correcting and improving goes on and on, from man to man, from

age to age, from civilization to civilization: so that the scientific achievements of a particular age or civilization can never be said to 'belong' to that age or civilization. At various times one nation, more vigorous than others, is able to contribute more to the general fund of knowledge; but in the long run the process is shared, and legitimately so, by all. There was a time when the civilization of the Muslims was more vigorous than the civilization of Europe. It transmitted to Europe many technological inventions of a revolutionary nature, and more than that: the very principles of that 'scientific method' on which modern science and civilization are built."(10)

(اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان مغرب سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے بالخصوص صنعتی علوم و فنون کے میدان میں، اس لیے کہ علمی افکار و اسالیب کا اختیار کرنا درحقیقت نقالی نہیں خصوصاً اس امت کے لیے جس کے دین نے یہ حکم دیا ہو کہ جہاں سے بھی علم و حکمت حاصل ہو اسے لیں۔ سائنس نہ تو مغربی ہے اور نہ مشرقی، علمی انکشافات و تحقیقات ایک ایسے سلسلہ کی کڑی ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں اور جس میں تمام بنی نوع انسان برابر کے شریک ہیں ہر عالم ان ہی بنیادوں پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھتا ہے جو اس سے پہلے لوگوں نے قائم کی تھیں ان کا تعلق اس کی اپنی قوم سے ہو یا کسی دوسری قوم سے اسی طرح ایک انسان سے دوسرے انسان، ایک نسل سے دوسری نسل، ایک تہذیب سے دوسری تہذیب تک تعمیر و اصلاح و ترقی کا کام برابر جاری رہتا ہے اس لیے اگر کسی خاص زمانہ یا خاص تمدن میں یہ کام انجام پائیں تو یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس زمانہ یا اس تہذیب کے ساتھ مخصوص ہیں ہو سکتا ہے کہ کسی اور زمانہ میں کوئی دوسری قوم جو زیادہ باہمت اور حوصلہ مند ہو میدان علم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے لیکن بہرحال سب اس کام میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ ایک دور ایسا بھی تھا جب مسلمانوں کی تہذیب و تمدن یورپ کی تہذیب و تمدن سے زیادہ شاندار تھی اس نے یورپ کو بہت سی انقلابی قسم کی صنعتی و فنی ایجادات عطا کیں اس سے بڑھ کر یہ کہ اس نے یورپ کو اس عملی طریقہ کے اصول و مبادی دیئے جس پر علم جدید اور تہذیب جدید کی بنیاد ہے۔)

بہرحال مغربی تہذیب سے مرعوب ہونے، حیرت زدہ ہونے، احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے اور اس کی رو میں بہہ جانے کی بجائے ایک مسلمان کو اپنا سر اٹھا کر چلنا چاہیے کہ وہ جداگانہ تہذیب و تمدن اور منفرد اسلامی ثقافت کا علمبردار ہے اور اسے اس ثقافت کو دنیا کے سامنے علی الاعلان فخر سے پیش کرنا چاہیے نہ کہ اس کے بارے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ مغربی تہذیب سے مثبت انداز میں

استفادہ اپنی تہذیب کو چھوڑے اور مغربی تہذیب کو اپنے اوپر غالب کیے بغیر بھی کیا جا سکتا ہے۔اس کی ایک مثال خود مغربی تہذیب میں آنے والے انقلاب کی دی جا سکتی ہے۔جس تیزی کے ساتھ یورپ نے عربوں کی تہذیب وتمدن سے اخذ واستفادہ کیا اور عربی تمدن اپنائے بغیر عرب کے علمی اثرات کو قبول کیا وہ اس کی واضح مثال ہے۔[11] جب مسلمان اپنے عروج پر تھے تو یورپین ممالک کے حکمرانوں نے اس بات کا اہتمام کیا کہ اپنے یورپی تمدن وثقافت میں عربوں کے علوم وفنون کو پروان چڑھایا اور ان سے اخذ و استفادہ کا بھرپور اہتمام کیا اور اپنے سائنسی انقلاب کی بنیاد مسلمانوں کی کتابوں پر رکھی۔[12] اور اس استفادہ کے نتیجہ میں یورپ میں پیدا ہونے والی علمی بیداری کے حوالے سے یورپ ہمیشہ مسلم دنیا کا مقروض رہے گا۔[13]

اگر مغربی تہذیب نے اپنے زمانۂ زوال میں مسلم تہذیب سے اخذ واستفادہ کیا ہے تو مسلم تہذیب اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ وہ اپنے مشکل حالات میں مغربی تہذیب سے استفادہ کرے جو کہ خود مسلم تہذیب سے سیکھ کر اس مقام تک پہنچی۔البتہ مغربی تہذیب سے استفادہ کرتے وقت اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ اسلامی اقدار پامال نہ ہوں۔

یوں تو تہذیبی وثقافتی مسائل کی ایک بہت لمبی فہرست ہے جو کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کو درپیش ہیں لیکن ان میں سے دو بہت اہم ہیں اور دیگر بہت سے مسائل کا احاطہ کرتے ہیں:

۱۔ غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کے مسائل
۲۔ مسلم ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کے مسائل

یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ دنیا کے بہت سے غیر مسلم ممالک میں مسلمان اقلیتیں موجود ہیں اور وہاں مختلف قسم کے تہذیبی وتمدنی مسائل سے دوچار ہیں جن کا تعلق مسلم اقلیت کی انفرادی واجتماعی زندگی سے لے کر پورے معاشرے تک پھیلا ہوا ہے۔اگرچہ مختلف غیر مسلم ممالک کی مختلف مسلم اقلیتوں کے مسائل مختلف ہیں لیکن کوئی بھی مسلم اقلیت کسی بھی غیر مسلم ملک میں رہائش پذیر ہو تو اس کے لیے اسوۂ حسنہ یعنی نبی کریم ﷺ کی زندگی اور تعلیمات ہی راہنما ہیں۔آپ ﷺ کو مکہ میں خود ایک اقلیت کی حیثیت سے رہنا پڑا کیونکہ اپنے وطن مکہ مکرمہ ہی میں اسلامی امت حکمران قریشی سماج کے درمیان اقلیت بن کر رہ گئی تھی۔[14] اس لیے سیرت نبوی ﷺ میں مسلم اقلیتوں کے لیے اسوۂ نبوی موجود ہے۔رسول اکرم ﷺ نے قرآنی تعلیمات والٰہی ارشادات کے پس منظر میں تیرہ برسوں تک مکی مسلم اقلیت کی تعمیر وارتقاء کا ایک نقشہ تیار کیا۔[15] عصر جدید کے نامور سیرت نگار ڈاکٹر لیٰسین مظہر صدیقی نے اپنی کتاب ''مکی اسوۂ نبوی ﷺ ـــــ اقلیتوں کے مسائل کا حل'' میں عصر جدید کی مسلم اقلیتوں کے لیے لائحہ عمل' کے عنوان سے ایک بہت عمدہ لائحہ عمل مرتب کیا ہے جس کی تفصیلات کا احاطہ تو ممکن نہیں، البتہ درج ذیل نکات کی صورت میں ترجمانی کی کوشش کی جاتی ہے:

۱۔ مسلم اقلیت میں اجتماعیت اور شعور مدنیت کا فعال ہونا ناگزیر ہے۔
۲۔ مسلم اقلیت کو انفرادی کردار کی تعمیر کی بجائے اجتماعی تعمیر کا سوچنا چاہیے۔
۳۔ غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیت پر دعوت و تبلیغ کی مؤثر حکمت عملی اپنانا فرض ہے۔
۴۔ مقامی مراکز تعلیم و تربیت اور مقامات تبلیغ و اشاعت کا قیام لازم ہے۔
۵۔ جس مقام، علاقہ اور مکان میں مسلم اقلیت کے افراد کا دین اور جان و مال محفوظ نہ ہو انہیں اس جگہ سے کسی دوسری مسلم اقلیت کے پاس یا کسی دوسرے محفوظ مقام و علاقہ میں منتقل ہو جانا چاہیے۔
۶۔ ہر ملک کی مسلم اقلیت کو اپنے اپنے دستور ملکی، نظام حمایت اور انصرام تحفظ سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔
۷۔ مسلم اقلیت کو اپنے آپ کو جدید عصری تعلیم سے پوری طرح آراستہ کرنا چاہیے۔
۸۔ جدید مسلم اقلیتوں کو ان پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دینے کے لیے مختلف زبانوں بالخصوص زبان اعتراض اور لسان ملامت پر عبور حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ وہ اعتراضات و الزامات کو نہ سمجھیں گے تو جواب کیونکر دے پائیں گے۔
۹۔ ایک مسلم اقلیت کو دوسری مسلم اقلیت کی مدد کرنی چاہیے۔
۱۰۔ مسلم اقلیتوں کی بقاء اور ترقی کے لیے ان کی اپنی تعلیمی برتری، دینی فوقیت، سماجی اجتماعیت کے ساتھ ساتھ اقتصادی مضبوطی اور معاشی درستگی بھی ضروری ہے بلکہ یہ ان کا دینی فریضہ ہے۔
۱۱۔ مسلم اقلیتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اپنی اکثریتوں کے ساتھ سماجی روابط بحال رکھیں۔
۱۲۔ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ مسلم اقلیتوں کو روحانی طاقت بھی حاصل کرنی چاہیے ہر حال میں اپنے دین سے وابستگی اور اللہ سے پیوستگی ناگزیر ہے۔
۱۳۔ تمام دنیا کی مسلم اقلیتوں کے لیے اسوۂ نبوی ﷺ یہی ہے کہ وہ اپنی ملی و تہذیبی اور دینی شناخت کو بہر حال قائم رکھیں کہ یہی ہے جہاں ابلیسی میں ان کی شان جبرائیلی۔[۱۶]

اسی طرح ڈاکٹر سعود عالم قاسمی نے ''ہجرت حبشہ ــــــ مسلم اقلیت کے لیے اسوہ'' کے عنوان سے ہجرت حبشہ سے عصر حاضر کی مسلم اقلیتوں کے لیے چند نکات اخذ کیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلمان جہاں کہیں ہوں وہ حق پر قائم رہیں اور حق بات ہی کہیں حالات جیسے بھی ہوں، یہی ان کی مذہبی اور تہذیبی زندگی کی اساس ہے۔
۲۔ دین کی دعوت، حکمت، معقولیت اور مدلل طریقہ سے اپنے ہم وطنوں کو دیں اور ہمیشہ طاقت کا مقابلہ حکمت سے کرنے کی سعی کریں۔ اقلیت کے لیے یہ ہتھیار زیادہ کارگر ہے۔
۳۔ جس ملک میں رہیں اس کے خیر خواہ اور محبّ وطن بن کر رہیں، چنانچہ نجاشی کے لیے دعاؤں کا اہتمام کر کے صحابہ نے اسی خیر خواہی کا ثبوت دیا تھا۔

۴۔ ملک کے نظام عدل سے واقفیت حاصل کریں اور اسے اپنے تحفظ کے لیے اور اپنا حق حاصل کرنے کے لیے استعمال کریں، حضرت جعفر نے نجاشی کی عدالت میں یہی کارنامہ انجام دیا تھا۔

۵۔ جس ملک میں رہیں وہاں امن پسند شہری کی حیثیت سے رہیں اور تخریبی کارروائیوں میں ملوث نہ ہوں۔ حضرت جعفر کی تقریر کا یہ جملہ کہ ''رسول اللہ نے ہمیں پڑوسیوں سے حسن سلوک کی، حرام کاموں سے بچنے اور خونریزی سے گریز کرنے کی تعلیم دی'' یہی سبق اور نصیحت دیتا ہے۔

۶۔ مسلمان جہاں بھی ہوں باہمی اتحاد و اتفاق، مشاورت اور یک جہتی سے کام لیں، اپنا کوئی امیر بھی منتخب کریں، چنانچہ حضرت جعفر طیارؓ کی امارت میں مہاجر صحابہ کا باہمی مشورہ سے ایک موقف طے کرنا ہمیں یہی اسوہ فراہم کرتا ہے۔

۷۔ اپنے موقف، مقصد حیات اور طرز زندگی سے ہم وطنوں کو واقف کرائیں تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ان کے لیے تحفظ کے مسائل پیدا نہ کریں اور اسلام کو حریف کے طور پر نہ سمجھیں۔ حضرت جعفر کی پوری تقریر کا لب لباب یہی ہے۔

۸۔ ہم وطنوں کے مذہب، مزاج اور تہذیبی شعار سے ضروری واقفیت حاصل کریں تاکہ بقائے باہم کی راہ ہموار ہو ہجرت حبشہ سے قبل سورہ مریم کا نزول اور نجاشی کی عدالت میں حضرت جعفر کی تلاوت سے اس کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

۹۔ مسلمانوں کو اگر کوئی مذہبی یا سماجی صدمہ سے دوچار ہونا پڑے تو وہ صبر و استقلال اور دوراندیشی سے کام لیں، عجلت اور جذباتیت سے ممکن حد تک گریز کریں، جیسا کہ عبید اللہ بن جحش کے ارتداد(۱۷) پر مسلمانوں کے محتاط ردعمل سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ مسلمان جس ملک میں ہوں محنت و مشقت اور حلال روزی کو اپنا وطیرہ بنائیں۔(۱۸)

عصر حاضر کی مسلم اقلیتوں کے لیے مندرجہ بالا پیش کردہ لائحہ عمل بہت عمدہ اور قابل عمل ہے اور غیر مسلم ممالک میں پیش آنے والے مسائل کے حل میں بہت معاون و کارآمد ہو سکتا ہے۔

جس طرح موجودہ دور میں غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کا وجود پایا جاتا ہے اسی طرح مسلم ممالک میں بھی غیر مسلم اقلیتیں موجود ہیں ان اقلیتوں میں عیسائی، یہودی، ہندو اور سکھ سمیت دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہیں۔ مسلمانوں کا کسی غیر مسلم ملک میں اقلیت ہونا یا کسی مسلم ملک میں غیر مسلموں کا اقلیت ہونا بالکل دو مختلف چیزیں ہیں۔ لیکن ان ہر دو مختلف صورتوں کے لیے ہمارے سامنے لائحہ عمل اور اسوۂ حسنہ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ ہی ہے۔ جس طرح مکی دور اور ہجرت حبشہ میں مسلمانوں کا طرز عمل عصر حاضر کی مسلم اقلیتوں کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ اور ایک پالیسی کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا مدنی دور اور اس میں غیر مسلموں کے ساتھ آپ ﷺ کا رویہ و سلوک اور طرز عمل مسلم ممالک کے حکمرانوں اور عوام کے لیے اقلیتوں کے ساتھ سماجی روابط و تعلقات اور ان کے

حقوق کی نگہداشت وحفاظت کے حوالے سے قانون و دستور کی حیثیت رکھتا ہے اگر آپ ﷺ کی زندگی کے احوال پر مکی دور (مسلم اقلیت) اور مدنی دور (مسلم اکثریت) کے حوالے سے نظر ڈالی جائے اور موجودہ دور میں مسلم اقلیتوں اور مسلم ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کو دیکھا جائے تو حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کی جامعیت وآفاقیت کا پتہ بھی چلتا ہے اور آپ ﷺ کے شخصی احوال (اسوۂ حسنہ) میں مضمر حکمت الٰہی بھی واضح ہوتی ہے۔

موجودہ دور کے مسلم معاشروں کا ایک مسئلہ ان میں موجود غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ معاشرتی تعلقات اور معاشرے میں ان کی حیثیت و مقام ومرتبہ کے تعین کا بھی ہے۔ بعض مسلم معاشرے اس حوالے سے افراط وتفریط کا شکار نظر آتے ہیں۔ کہیں تو اس قدر غیر مسلموں سے قطع تعلقی اختیار کی جاتی ہے اور ان کو دبایا جاتا ہے کہ ان کے بنیادی انسانی حقوق تک بھی سلب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے او رکہیں روابط اس قدر بڑھائے جاتے ہیں کہ بنیادی اسلامی اقدار کو بھی پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس افراط وتفریط سے بچنے کے لیے ہمارے پاس بنیادی نسخہ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ ہے۔ اگر غیر مسلموں کے ساتھ آپ ﷺ کے تعلقات کی نوعیت کے حوالے سے بات کی جائے تو حضور ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات بھی کیے، ان کو جان، مال، عزت وآبرو، مذہبی آزادی اور عبادت گاہوں کے تحفظ کے امان نامے بھی جاری کیے، [۱۹] معاشرتی طور پر ان سے اخذ واستفادہ بھی کیا۔[۲۰] یہاں تک کہ بعض غیر مسلموں کو آپ ﷺ نے سفیر تک مقرر کیا۔[۲۱] تجارت ولین دین کے معاملات بھی غیر مسلموں کے ساتھ آپ ﷺ نے فرمائے [۲۲] اور ان کی طرف سے ہدایا قبول بھی فرمائے۔[۲۳] اور ان کو صدقات عطا بھی کیے، [۲۴] ان کے بیمار کی عیادت کی۔[۲۵] اور جنازے کے احترام میں کھڑے ہوئے، [۲۶] مشکلات ومصائب میں ان کی مدد کی، [۲۷] معاہد پر ظلم کرنے، اس کی حق تلفی کرنے یا اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے اور اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز لینے والے سے قیامت کے دن جھگڑنے کی خبر سنائی [۲۸] نیز ذمی کو اذیت وتکلیف دینے والے کو اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے روز قیامت شکست وذلت کی ''خوشخبری'' دی [۲۹] غرض یہ کہ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے وجود کا اثبات کرتے ہوئے انہیں تمام قسم کے حقوق سے نوازا اور معاشرتی دوڑ میں ان کو ساتھ ساتھ رکھا۔ لیکن کسی بھی موقع پر توحید والوہیت، نبوت ورسالت اور بنیادی اسلامی اقدار کے حوالے سے ان سے کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کیا۔

موجودہ زمانے میں اگر اقلیتوں کے حوالے سے بات کی جائے تو آج حالات بدل گئے ہیں۔ اقلیتوں کے مسائل ومعاملات اور ان کے ساتھ روابط وتعلقات کی نوعیت میں بھی فرق آیا ہے اور آج اگر ایک طرف مسلم معاشروں میں اقلیتوں کے ساتھ معاشرتی تعلقات اور دیگر حقوق وفرائض کے تعین کا مسئلہ ہے تو دوسری طرف مسلم اقلیتوں کو بھی غیر مسلم معاشروں میں بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ''فقہ الاقلیات'' کے عنوان کے تحت بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور حالات وزمانہ میں تغیر کے پیش نظر

اس بات پر زور دیا جارہا ہے کہ موجودہ دور میں اقلیتوں کے حقوق وفرائض کے تعین کے حوالے سے نئے سرے سے خاکہ مرتب کیا جائے اور خاص طور پر فقہ اسلامی میں اقلیتوں کے لیے استعمال ہونے والی اصطلاحات (ذمی، مستأمن وغیرہ) کا عصر حاضر کی اصطلاحات سے موازنہ کر کے احکامات مرتب کیے جائیں اور ہر ملک کے معروضی حالات کا اس ضمن میں لحاظ رکھا جائے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر جمال الدین عطیہ کی کتاب ''نحو فقہ جدید للأ قلیات'' کو بطور نمونہ پیش کیا جاسکتا ہے جس میں مختلف ممالک میں مختلف اقلیتوں کے اعداد وشمار اور کیفیت ونوعیت کے علاوہ جدید دور میں اقلیتوں کو درپیش حقیقی وتنفیذی مسائل کو موضوع بحث بنایا گیا ہے اور اقلیتوں کے لیے کتاب وسنت وسیرت کی روشنی میں مستقبل کا لائحہ عمل مرتب کرنے کی کوشش گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلامی فقہ میں موجود غیر مسلم اقلیتوں کے لیے ایسی تشریحات، جن میں اقلیتوں کے لیے توہین وتحقیر اور حقوق کی پامالی کا پہلو نکلتا ہو، کو نص اور شریعت سے متصادم قرار دیتے ہوئے ان کو اُس وقت کے حالات کی ضرورت قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے الماوردی، ابن حزم اور امام شوکانی کی مختلف تحریروں کا حوالہ دے کر ان کو انسانی اجتہادات اور وقتی ومقامی حالات کی پیداوار قرار دیا ہے۔(۳۰) نیز لکھا ہے کہ یہ تمام تشریحات عام قاعدہ وکلیہ کی بجائے استثنائی احکام تھے۔ مصنف نے اقلیات کے حوالے سے قرآن وسنت سے ماخوذ ایک خاکہ بھی مرتب کرنے کی کوشش کی ہے(۳۱) جو کہ بلاشبہ ایک عمدہ کاوش ہے اور لائق تحسین ہے۔

اقلیتوں یا غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے اگر حضور ﷺ کی تمام زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے اقلیتوں کے ساتھ ایک مثالی رویہ اپنایا اور ان کو مختلف عقائد ونظریات اور الگ فکر وتشخص رکھنے کی بنیاد پر اپنے اور مسلم معاشرے سے الگ تھلگ کرنے کی کوشش نہیں کی اور ان کے ساتھ نفرت وحقارت کی بجائے حسن سلوک، محبت اور اپنائیت کا رویہ اپنایا اور ان کو بطور اقلیت نہیں بلکہ انسان ہونے کے ناطے عزت واحترام بخشا۔ آج اسوۂ حسنہ ہم سے اسی چیز کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی تعلیمات اور طرز عمل کی روشنی میں موجودہ حالات میں مقاصد شریعت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اسلامی اقدار وروایات کا تحفظ برقرار رکھتے ہوئے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اور سماجی روابط بحال رکھیں اور عصر حاضر کے پیدا شدہ تہذیبی وثقافتی مسائل کو اسوۂ حسنہ کی روشنی میں حل کریں۔

حوالہ جات وحواشی

1. Draper, John William, (n.d.), History of the conflict between Religion and Science, London, Henry S.Kind & Com. P 207

2. Muhammad Asad, (1955) Islam at the cross road, Lahore. Arfat Publications, p.120)

۳۔ ندوی، ابوالحسن علی (۱۴۲۰ء)، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، کراچی، مجلس نشریات اسلام۔(س ن)۔ص۔۱۸۔۳۰۳

۴۔ شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، المحدث، الدھلوی (۱۱۷۶ھ)، حجۃ اللہ البالغہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ (س ن)، ۲۸۴/۱۔۲۸۵

۵۔ ناصر نصیر احمد، ڈاکٹر، اسلامی ثقافت، لاہور، فیروز سنز، (س ن) ص۔۱۶۸

۶۔ ایضاً۔ص ۱۶۹

۷۔ عبیداللہ قدسی، اسلام کی انقلابی علمی تحریک، اسلام آباد، ادارۂ تاریخ وتہذیب وتمدن اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔۱۹۸۱۔ص ۸

۸۔ مشیر الحق، (مرتب)، فکر اسلامی کی تشکیل جدید، لاہور، مکتبہ رحمانیہ (س ن) ص ۲۳۲

۹۔ ندوی، ابوالحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش، ص۔۲۹۵

۱۰۔ سنن الترمذی، کتاب العلم، باب فضل الفقہ علی العبادۃ، رقم الحدیث ۲۷۸۷

10. Muhammad Asad, (1954), The Road to Mecca, London, Max Reinhardt: P.348

11. Muhammad Asad, Islam at the Crossroads P.107-108

۱۲۔ جرجی بن حبیب زیدان (۱۳۳۲ھ)، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، مطبعۃ الھلال، (س ن)۔۲/۳۵

13. Nicholson, R.A, (1993), A literary History of the Arabs, Curzan Press LTD P.359

۱۴۔ صدیقی، محمد یٰسین مظہر، مکی اسوۂ نبوی ﷺ مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل، کراچی، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، ۲۰۱۱ء۔ص ۸۷

۱۵۔ ایضاً ص ۲۷۹

۱۶۔ ایضاً۔ص۔۲۷۹۔۳۱۲

عبیداللہ بن جحش نے اپنی بیوی ام حبیبہ بنت اُبی سفیان مسلمہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی لیکن وہاں جا کر عیسائیت اختیار کر لی اور عیسائیت پر ہی مرا۔ یہ عیسائی ہونے کے بعد جب مسلمانوں کے پاس سے گذرتا تو ان سے کہتا "ہماری آنکھیں کھل گئیں مگر تم لوگ ابھی بھٹکتے ہی پھر رہے ہو"، لیکن حضرت ام حبیبہ

اپنے دین اور اپنی ہجرت پر قائم رہیں جب آپ ﷺ کو ان کے اسلام پر قائم رہنے کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا کہ ام حبیبہ سے آپ ﷺ کا نکاح کر دیا جائے جسے حضرت ام حبیبہ نے قبول فرمالیا۔

۱۷۔ ابن ھشام، ابومحمد عبدالملک (۲۱۳ھ)، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، بیروت، داراحیاء التراث العربی (س ن)، ۲۲۳/۱

۱۸۔ قاسمی، محمد سعود عالم، ڈاکٹر، عصر حاضر میں اسوہ رسول ﷺ کی معنویت، لاہور، مکتبۃ جمال، ۲۰۰۸۔ ص ۶۴۔۶۶

۱۹۔ محمد حمید اللہ (۲۰۰۲ء)، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعھدی النبوی والخلافۃ الراشدۃ، بیروت، دارالنفائس، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳۔ ص ۱۶۵۔۱۷۹
آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ میں مدینہ کے راستے کے لیے ایک کافر عبداللہ بن اریقط کو اجرت دے کر رہنما بنایا۔

۲۰۔ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۴۸۵/۲

۲۱۔ الشامی، محمد بن یوسف الصالحی، (۹۴۲ھ)، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، تحقیق، الشیخ عادل أحمد عبدالموجود، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۷ء/۱۴۲۸ھ، ۳/۴/۷، الحلبی، علی بن ابراہیم (م ۱۰۴۴ھ)، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (السیرۃ الحلبیہ)، ضبط وتحقیق، عبداللہ محمد الخلیلی، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۸ء، ۲/۴/۲۷

۲۲۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئۃ، رقم الحدیث ۱۹۶۲

۲۳۔ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت حارث نے آپ ﷺ کو ایک بھنی ہوئی بکری پیش کی جو آپ ﷺ نے قبول فرمائی بعد میں پتہ چلا کہ وہ زہر آلود تھی۔ دیکھیے: (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ۳۵۲/۳)

۲۴۔ أبوعبید، القاسم بن سلام، کتاب الأموال، مکۃ المکرّمۃ، دارالباز للنشر والتوزیع، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔ ص ۶۰۵

۲۵۔ صحیح البخاری، باب إذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیه وھو یعرض علی الصبی الاسلام، رقم الحدیث، ۱۲۹

۲۶۔ صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازہ یھودی، رقم الحدیث۔ ۱۲۴۹

۲۷۔ السرخسی محمد بن احمد بن أبی سھل، ابوبکر (۴۸۳ھ)، المبسوط، بیروت دارالمعرفۃ، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء، ۹۲/۱۰/ الیعقوبی، احمد بن أبی یعقوب بن وھب، (۲۹۲ھ)، تاریخ الیعقوبی، بیروت، دارصادر (س ن) ۵۶/۲

۲۸۔ سنن ابی داوٴد، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اھل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارات، رقم الحدیث، ۳۰۵۴

۲۹۔ کنزالعمال۔ ۳۶۲/۴

۳۰۔ عطیۃ محمد (پ ۱۹۲۸ء)، جمال الدین، نحو فقہ جدید للأ قلیات، القاہرۃ، دار السلام، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳م ص ۶۲۔۶۴/ الماوردی، ابوالحسن علی بن حبیب، (۶۳۱ھ) الاحکام السلطانیہ۔ بیروت، دار الفکر، (س ن)، ص ۱۴۵/ ابن حزم، علی بن أحمد بن سعید الظاہری، ابومحمد (۴۵۶ھ)، مراتب الاجماع فی العبادات والمعاملات والاعتقادات، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۳۸۹ھ، ۱۹۷۸ء، ص۔۱۱۵۔۱۱۶/ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد (۱۲۵۰ھ)، نیل الأوطار شرح منتقی الأخیار من أحادیث سید الأخبار، کراتشی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء، ۸/۷۰۔۷۲

۳۱۔ عطیۃ محمد، نحو فقہ جدید للأ قلیات، ص ۱۰۹۔۱۱۶/ مزید دیکھیے: ابوزہرہ، محمد (۱۳۹۴ھ)، فتاوی، دمشق، دار القلم، ۱۴۲۷ھ، ص۔۷۹۹۔۸۰۳